اِنقلاب لے آیئے

سیلانی کے قلم سے

سیلانی اپنے مرحوم دوست حاجی صاحب کی دکان پر بیٹھا سیل فون پر لندن میں بھارتی وزیراعظم نریندرا مودی کی ''عزت افزائی'' کی خبر پڑھ اور تصویریں دیکھ رہا تھا، برطانوی سکھوں، دلت، عیسائیوں اور کشمیریوں نے مودی جی کا ائیرپورٹ پر ایسا استقبال کیا تھا کہ گجرات کے قصاب کی طبیعت ہری ہوگئی ہوگی، ہزاروں کی تعداد میں مظاہرین نے بھارت میں اقلیتوں کے ساتھ ہونے والے سلوک پر پلے کارڈز بینرز اٹھا رکھے تھے۔ نریندرا مودی کامن ویلتھ سمٹ میں شرکت کے لئے پہنچے تھے کہ ناراض دلتوں، کشمیریوں اور سکھوں عیسائیوں نے انہیں وہ کچھ کہنا شروع کردیا جو وہ سننا چاہتے ہیں نہ بھارت میں کوئی انہیں سنا سکتا ہے...... یہ واقعتاً بڑا مظاہرہ تھا سیلانی نعرے لگاتے ہوئے مظاہرین کی تصویریں دیکھ رہا تھا کہ ایک دوست کی کال آگئی......

''سیلانی بھائی! جامعہ بنوری ٹاؤن میں ہیں یا بیت المکرّم میں؟''

''میں تو دوست کی دکان پر بیٹھا چائے پی رہا ہوں، وہاں کیا ہے؟''

''وفاق المدارس کے امتحان ہو رہے ہیں طلحہ رحمانی نے میڈیا کا دورہ رکھا ہے کیا آپ کو نہیں بتایا؟''

''اوہ ہو ہو، مجھے تو یاد ہی نہیں رہا'' سیلانی فوراً ہی کرسی سے اٹھ گیا دیر ہو جاتی تو طلحہ رحمانی نے سیلانی کے خلاف مظاہرہ کر ڈالنا تھا۔ طلحہ رحمانی درس وتدریس کے شعبے سے منسلک پکے ٹکے جدی پشتی مولوی ہیں۔ وفاق المدارس العربیہ نے انہیں سندھ کا ترجمان مقرر کردیا ہے، طلحہ متحرک نوجوان ہیں، انہوں نے کانٹوں کا تاج پہنتے ہی میڈیا کو مدارس سے قریب کرنے کی کوششیں شروع کردی ہیں اور یہی سیلانی کی بھی سوچ ہے کہ مدارس کے طلبہ کو معاشرے میں کھپایا جائے ان سے فائدہ اٹھایا جائے۔

سیلانی نے طلحہ رحمانی کو فون کیا انہوں نے کال وصول کرتے ہی پوچھا ''سیلانی بھائی! آپ کہاں رہ گئے''

''آپ ابھی کہاں ہیں؟''

''ہم جامعہ بنوری ٹاؤن کی طرف نکلنے والے ہیں''

’’میں آ رہا ہوں، وہیں ملاقات ہوتی ہے‘‘’’ضرور،ضرور‘‘ سیلانی، حاجی صاحب کی دکان سے باہر نکلا اور مولویوں کو اکیس توپوں کی سلامی دینے لگا جنہوں نے صبح سویرے ہی امتحانی مراکز کا دورہ رکھ لیا۔ اتنی صبح تو صحافیوں کی آنکھیں بلی کے نومولود بلونگڑوں جیسی اَدھ کھلی بھی نہیں ہوتیں۔ پاکستان چوک سے گرومندر کی لال مسجد زیادہ دور نہیں سیلانی جلد ہی پہنچ گیا، لیکن سیلانی کے پہنچنے سے پہلے طلحہ رحمانی صحافیوں کی ٹیم کے ساتھ پہنچ چکے تھے، سیلانی کے ساتھ کیمرامین بھی تھا، جسے مسجد میں داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ سیلانی آگے بڑھا اور کراچی کے دینی مدارس کے فخر کی دہلیز کو عقیدت بھری نظروں سے چومتے ہوئے اندر آ گیا، جامعہ بنوری ٹاؤن کی چار دیواری میں آتے ہی اک عجیب سی طمانیت کا احساس ہوتا ہے اک فرحت بخش سی ٹھنڈ کلیجے میں پڑ جاتی ہے اک سکون کا سا احساس ہونے لگتا ہے جیسے بیمار کو بے وجہ قرار آ جائے۔ سیلانی آگے بڑھا سنگ مرمر کے سفید فرش پر چلتے ہوئے مسجد کے برآمدوں پر پڑی چک اٹھا کر اندر داخل ہوا اور ٹھٹھک کر رہ گیا، مسجد کے بڑے سے آنگن میں سفید لباس میں ملبوس نوجوان سیدھی قطاروں میں بیٹھے ہوئے تھے، ہر نوجوان کا دوسرے نوجوان سے کم از کم تین ہاتھ کا فاصلہ تھا ان قطاروں کے بیچ میں مستعد ممتحن چہل قدمی کر رہے تھے۔ ان کی آنکھیں بھی متحرک تھیں اور قدم بھی، کہیں سے بھی کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ سیلانی نے علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں بنے اس مسجد و مدرسے کے وسیع آنگن میں دور تک نظر ڈالی، کہیں سے بھی یہ امتحانی سینٹر نہیں لگ رہا تھا، بھلا امتحانی سینٹر ایسے کہاں ہوتے ہیں؟ کہیں بوٹی نہ نقل...... کسی کی کاپی کے صفحوں میں سے جھانکتا ہوا خلاصے کا پرزہ...... کسی زانو تلے دبی کتاب نہ آستین کے کف پر باریک باریک حاشیہ آرائی...... امتحان دینے والوں کا آس پاس بیٹھے طلبہ کی جانب عاجزانہ انداز میں شش شش کر کے متوجہ کرنا اور نہ ہی دَبی دَبی آوازوں میں کچھ پوچھنا...... وہاں ایسا کچھ بھی تو نہ تھا، کراچی میں پھر بھی کبھی دم غنیمت تھا، لیکن اب یہاں بھی امتحانی سینٹر خریدے جا رہے ہیں، تعلیم فروش مافیا جو مقدس ناموں سے اسکول کالج کھول کر دھندہ کر رہی ہے یہ نام کمانے کے لئے ہزاروں روپے دے کر مرضی کا سینٹر رکھواتے ہیں، جہاں طلبہ کو کھلی چھوٹ ہوتی ہے۔ ایک مدرسے کے طالب علم نے سیلانی سے منگھوپیر کے ایک اسکول کا ذکر کیا تھا جہاں کی ہیڈ مسٹریس نے پورا پیکج نکال رکھا ہے، تین سے چار ہزار روپوں میں بچے کو پوری کاپی چھاپنے کی اجازت ہوتی ہے...... سندھ کے دیگر شہروں میں تو بوٹی مافیا نے اخیر کر رکھی ہے، گھوٹکی، نوابشاہ، دَادُو سمیت کئی شہروں میں بااثر طالب علم اب کتابیں نہیں لاتا کہ کون لکھ لکھ کر کاپیاں بھرنے کی زحمت کرے وہ لکھنے کے لئے بندہ ہی ساتھ لے آتا ہے...... سیلانی کے ذہن میں ان سینٹروں کی خبریں اور فوٹیجز کی فلمیں چل رہی تھیں اور سامنے ان کے بالکل ہی برعکس منظر تھا۔ سیلانی جامعہ بنوری ٹاؤن کے آنگن میں گھومتا پھرا اسے کہیں بھی کوئی طالب علم نقل کرنا تو دور کی بات...... کوشش کرتا بھی دکھائی نہیں دیا، ایسا نہیں تھا

کہ سب بچے لکھنے میں مصروف تھے کچھ طالب علم ایسے بھی ملے جن کے قلم کاغذوں پر اٹکے ہوئے تھے، ان سے پرچہ حل نہیں ہو رہا تھا لیکن وہ اسے حل کرنے کے لئے کہیں سے کوئی مدد نہیں لے رہے تھے۔

سیلانی آنگن عبور کر کے مسجد میں چلا گیا اندر بھی ایسا ہی ماحول تھا۔ دراز قامت طلحہ رحمانی پسینے میں شرابور دور سے دکھائی دے گئے۔ ان کے ساتھ روزنامہ امت کے رپورٹر عظمت رحمانی، جمال عبداللہ ناصر اور کچھ دیگر دوستوں کے ساتھ دکھائی دیئے، ان کے ساتھ میٹرک اور انٹرمیڈیٹ بورڈ کے چیئرمین پروفیسر سعید اور پروفیسر انعام اور جامعہ بنوری ٹاؤن کے مولانا سعید اسکندر بھی نظر آئے۔ یہ حضرات بھی دیکھنے آئے تھے کہ امتحان کیسے دیا اور لیا جاتا ہے۔ سیلانی بھی ان کے پاس پہنچ گیا اور امتحانی سینٹر کا تفصیلی دورہ کرنے کے بعد جامعہ بنوری ٹاؤن کے مہتمم بزرگ عالم دین ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب کے دفتر میں چلے آئے، پروفیسر سعید اور پروفیسر انعام کا سیلانی کی طرح کسی بھی مدرسے کے امتحانی سینٹر کا یہ پہلا دورہ تھا اور وہ حیران تھے کہ اتنے سکون اطمینان سے کیسے پرچہ ہوسکتا ہے وہ بار بار اسی حیرت کا اظہار کر رہے تھے اور طلحہ رحمانی ان کی حیرت سے محظوظ ہوتے ہوئے مسکرا مسکرا کر بتا رہے تھے کہ مدارس کے نظام میں نقل کا تصور نہیں، اگر کوئی کرنا بھی چاہے تو بہت ہی زیادہ مشکل بلکہ یوں کہہ لیں ممکن نہیں۔

''یہاں مسجد میں کتنے طلبہ امتحان دے رہے ہیں؟

''تقریبا سولہ سو''

''اور نگران کتنے ہیں؟''

''پچیس طلبہ پر ایک نگراں ہوتا ہے، اب آپ خود حساب لگالیں اور پھر صرف یہی نہیں ایک طالب علم کے آگے پیچھے دائیں بائیں اس کے درجے کا اسکی جماعت کا کوئی طالب علم نہیں ہوتا، یعنی پوچھنے پچھانے کا چانس بھی نہیں ہوتا''

طلحہ رحمانی نے بتایا کہ ملک بھر میں وفاق المدارس کے اٹھارہ ہزار مدارس سے منسلک طلبہ کی تعداد تیس لاکھ کے لگ بھگ ہے، رواں برس ملک بھر میں پونے چار لاکھ طلبہ امتحان دے رہے ہیں اور یہ واقعی امتحان ہی تھا، ایسا امتحان جس میں ایک طالب علم سال بھر میں حاصل ہونے والا علم ایمانداری سے قرطاس پر لکھ کر ممتحن کو بھجوا دیتا ہے کہ اب میں اگلے درجے میں جانیکا اہل ہوں یا نہیں؟ طلحہ رحمانی نے بتایا کہ ہمارے یہاں اگر کسی سینٹر میں کہیں نقل کا واقعہ ہوجائے تو اسکا ذکر کسی بہت ہی عجیب بات کے طور پر ہوتا ہے، اس طالب علم کے لئے اس مدرسے کے دروازے بند ہوجاتے ہیں بلکہ کوئی بھی مدرسہ اس طالب علم کو وصول نہیں کرتا جو دین نبوی کے حصول میں ڈنڈی مارتا ہے۔ یہ بات طالب علم کو پہلے ہی بتا دی جاتی ہے اس لئے وہ فیل ہونا پسند کر لیتا ہے نقل کرنے کی کوشش نہیں کرتا''۔

میٹرک اور انٹرمیڈیٹ بورڈ کے چیئرمین صاحبان حیرت سے یہ سب سن رہے تھے اور کہہ رہے تھے کاش! ایسا نظام ہمارے یہاں بھی ہو،اان مدارس میں بچہ جتنا بڑا ہوتا جاتا ہے اتنا ہی مودب ہوجاتا ہے ہمارے یہاں معاملہ الٹ ہے۔ پروفیسر سعید کا کہنا تھا کہ کاش ان طلبہ کو قومی دھارے میں اس طرح شامل کیا جائے کہ یہ بیوروکریسی میں بھی جاسکیں، پولیس اور فوج کا بھی حصہ بن سکیں، انہوں نے مولانا سعید اسکندر سے بے تابی سے کہا کہ حضرت! کچھ ایسا نظام ہوا کچھ ایسا نصاب ہو کہ یہ طلبہ دینی شعبوں کے ساتھ ساتھ دنیوی معاملات چلانے کے بھی اہل ہوسکیں، یقین جانئے انقلاب آجائے گا......انہوں نے سیلانی کے منہ کی بات چھین لی تھی۔ سیلانی کا یہی تو کہنا ہے کہ مدارس کے ان پاکباز نوجوانوں کو مساجد اور منبر کی ذمہ داریوں کے سوا بھی ذمہ داریاں دینی چاہئیں، انہیں ایس ایچ او مولانا طلحہ رحمانی بھی ہونا چاہئے، انہیں ڈپٹی کمشنر مولانا امداد اللہ بھی ہونا چاہئے، انہیں کسی محکمے کا سیکرٹری بھی ہونا چاہئے، تہذیب یافتہ، مہذب، مودب اور خوف خدا رکھنے والے متقی پرہیزگار نوجوانوں سے ہمارا نظام فائدہ کیوں نہیں اٹھا رہا ضرورت اور غرض ہماری بھی ہے، ہم مدارس کی طرف کیوں نہیں بڑھ رہے۔

یہ محفل مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر دامت برکاتہم کی آمد تک جاری رہی، مشفق اور شفیق ڈاکٹر صاحب نے فرداً فرداً سب سے مصافحہ کیا سب کا باری باری حال پوچھا پھر اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کسی کو عطر کی شیشی اور کسی کو ٹوپی عنایت کی، ڈاکٹر صاحب کا وقت بہت قیمتی ہوتا ہے۔ سیلانی اور دیگر اصحاب کچھ دیر بیٹھ کر ڈھیروں دعائیں لے کر باہر آگئے۔ سامنے آنگن میں طلبہ اسی ترتیب اور سکون سے بیٹھے پرچہ دے رہے تھے۔ سیلانی نے سچے طالب علموں پر محبت بھری نظر ڈالی اور جاتے جاتے علم کے متوالوں کو پرخلوص نظروں سے دیکھتا رہا دیکھتا رہا اور دیکھتا چلا گیا!!!

☆=☆=☆